سیّد سلیمان ندوی

بُشریٰ

[علامّہ سیّد سلیمان ندوی کے اس مقالے کی پہلی قسط جون ۱۹۹۷ء کے شمارے میں درج کی گئی تھی، زیرِ نظر قسط پر مقالہ مکمل ہوگیا۔مدیر]

کتبِ سابقہ میں اسمائے جمالیہ کی یہ کثرت نہیں ملتی!

تورات کے اسفار اور انجیل کے صحیفوں میں ایک ایک ورق ڈھونڈو، کیا اللہ تعالیٰ کے یہ پر محبت، یہ سراپا مہر و کرم اسماء و صفات کی یہ کثرت تم کو وہاں ملے گی؟ اسلام اللہ تعالیٰ کے لیے ماں اور باپ کا لفظ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتا، مگر اس لطفِ احساس اور مہر و کرم کے جذبات و عواطف سے وہ بے بہرہ نہیں جن کو یہ فرقے اپنا مخصوص سرمایۂ روحانی سمجھتے ہیں، مگر بات یہ ہے کہ ان روحانی جذبات اور معنوی احساسات کے ساتھ وہ شرک و کفر کی اس ضلالت اور گمراہی سے بھی انسان کو بچانا چاہتا ہے جو ذرا سی لفظی غلط فہمی سے مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھ کر، پاک اور سرتاپا روحانی معانی کو مادی اور مجسّم یقین کر لیتے ہیں، اور اس لیے وہ اس بلند تر توحید کی سطح سے بہت نیچے گر کر سر رشتہ حقیقت کو ہاتھ سے دے بیٹھے ہیں۔

اسلامی تعبیرات نہایت محتاط ہیں۔

اسلام، متکلم ازل کا آخری پیغام ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کی لغزشوں سے پاک و مبّرا ہو، حقائق روحانی کی تعبیر کے لیے یقیناً مادی اور جسمانی استعارات اور مجازات سے چارہ نہیں، تاہم ایک دائمی مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو ان استعمالات کی غلطیوں اور غلط فہمیوں سے محفوظ رکھے، چنانچہ اسلام نے اسی بناء پر ان استعارات اور مجازات کے استعمال میں بڑی احتیاط برتی ہے اور خدا کے مہر و کرم اور عشق و محبت کے تذکروں کے ساتھ، ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہیں کر دیا ہے، قرآن مجید اور احادیث، روحانی عشق و محبت کے اُن دل آویز اور ولولہ انگیز حکایات سے معمور ہیں، بایں ہمہ وہ انسان کو بیٹا اور خدا کو باپ نہیں کہتا کہ عبد و معبود کے تعلقات کے اظہار کے لیے اس کے نزدیک یہ کوئی بلند تر تعبیر نہیں، وہ خدا کو اَب (باپ) کے بجائے "رب" کہہ کر پکارتا ہے، وہ اس کو تمام دنیا کا باپ نہیں، بلکہ تمام دنیا کا رب کہتا ہے۔

"اَب" اور "رَب"

"اَب" اور "رب" ان دونوں لفظوں کا باہمی معنوی مقابلہ کرو تو معلوم ہو گا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا تخیّل اسلام کے مطمحِ نظر سے کس درجہ پست ہے۔ اب یعنی باپ کا تعلق اپنے بیٹے سے ایک خاص کیفیت اور مدّت سے لے کر ایک محدود عرصہ تک رہتا ہے، اس کے وجود میں اس کو یک گو نہ تعلق ضرور ہوتا ہے، مگر اس کے قیام و بقا، زندگی، ضروریات زندگی، سامانِ حیات، نشوونما اور ارتقاء، کسی چیز میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، عہد طفلی تک شاید کچھ اور واسطہ ہو، اس کے بعد تو بچہ اپنے والدین سے الگ، مستقل اور بے نیاز زندگی بسَر کرتا ہے، مگر ذرا غور کرو، کیا عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان جو ربط و تعلق ہے اس کا انقطاع کسی وقت ممکن ہے، کیا بندہ اپنے خدا سے ایک دم اور ایک لمحہ کے لیے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو سکتا ہے، کیا یہ تعلق باپ اور بیٹے کے تعلق کی طرح محدود اور مخصوص الاوقات ہے؟

رب کا مفہوم

ربوبیت (پرورش) عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان اس تعلق کا نام ہے جو آغاز سے انجام تک قائم رہتا ہے، جو ایک لمحہ کے لیے منقطع نہیں ہو سکتا، جس کے بل اور سہارے پر دنیا اور دنیا کی مخلوقات کا وجود ہے۔ وہ گھوارۂ عدم سے لے کر فنائے محض کی منزل تک ہر قدم پر موجودات کا ہاتھ تھامے رہتا ہے، وہ ذرہ ہو یا ایتھر، قطرہ آب ہو یا قطرۂ خون، مضغہ گوشت ہو یا مشتِ استخوان، شکم مادر میں ہو یا اس سے باہر، بچہ ہو یا جوان، ادھیڑ ہو یا بوڑھا، کوئی آن، کوئی لمحہ، رب کے مہر و کرم اور لطف و محبت سے استغناء اور بے نیازی نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں باپ اور بیٹے کے الفاظ میں مادیت، جسمانیت، ہم جنسی اور برابری کا جو تخیّل پیدا ہوتا ہے، اس سے لفظ رب یک قلم پاک ہے، اور اس میں ان ضلالتوں اور گمراہیوں کا خطرہ نہیں جن میں نصرانیت اور ہندویت نے ایک عالم کو مبتلا کر رکھا ہے۔

ایمان کی اصل حُبِ الٰہیٰ ہے!

اب ہم کو ان آیتوں اور حدیثوں کو آپ کے سامنے پیش کرنا ہے جن سے روشن ہو کہ اسلام کا سینہ اُس ازلی و ابدی عشق و محبت کے نور سے کس درجہ معمور ہے اور وہ خمخانۂ الست کی سرشاری کی یاد بھولے ہوئے انسانوں کو کس طرح دلا رہا ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا حکم ایمان ہے، ایمان کی سب سے بڑی خاصیت اور علامت "حُبِ الٰہیٰ" ہے اور یہ وہ دولت ہے جو اہلِ ایمان کی پہلی جماعت کو عملاً نصیب ہو

چکی تھی، زبانِ الہیٰ نے شہادت دی۔
والذین امنوا اشدّ حبّا للہ (بقرہ)[جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔]
اِس نشۂ محبت کے سامنے باپ، ماں، اولاد، بھائی، بیوی، جان، مال، خاندان سب قربان اور نثار ہوجانا چاہیے۔ ارشاد ہوتا ہے۔
ان کان اباؤکم و ابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ (توبہ)[اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارا کنبہ، اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے اور وہ سوداگری جس کے ماند پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے، خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ محبوب اور پیارا ہے، تو اس وقت تک انتظار کرو کہ خدا اپنا فیصلہ لے آئے۔]
ایمان کے بعد اگر نشہ محبت کی سرشاری نہیں ملی تو وہ بھی جادۂ حق سے دوری ہے، چنانچہ جو لوگ کہ راہ حق سے بھٹکنا چاہتے تھے ان کو پکار کر سنا دیا گیا۔
یایھا الذین امنوا من یّرتدّ منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یّحبّھم و یّحبّونہ (مائدہ) [مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے گا تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں، وہ ایسے لوگوں کو لاکھڑا کرے گا جن کو وہ پیار کرے گا اور وہ اس کو پیار کریں گے۔]

آثار و علامات

حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔" ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے، تم کو زید کی محبت کا دعویٰ ہے، مگر نہ تمہارے دل میں اس کے دیدار کی تڑپ ہے، نہ تمہارے سینے میں صدمۂ فراق کی جلن، اور نہ آنکھوں میں ہجر و جدائی کے آنسو ہیں تو کون تمہارے دعوے کی تصدیق کرے گا۔ اسی طرح خدا کی محبت اور پیار کے دعوے دار تو بہتیرے ہوسکتے ہیں، مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادّی نشانیاں اور ظاہری علامتیں اس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، خدا کے رسول کو اس اعلان کا حکم ہے۔
ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ (آل عمران)[اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو کہ خدا بھی تم کو پیار کرے گا۔]
طبقاتِ انسانی میں متعدد ایسے گروہ ہیں جن کو خدا کی محبت اور پیار کی دولت ملی ہے۔
ان اللہ یحب المحسنین (مائدہ) خدا نیکی کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔
ان اللہ یحب التوابین (بقرہ) خدا توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

ان الله یحبّ المتوکّلین (آلِ عمران) خدا توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔
ان الله یحب المقسطین (مائدہ) خدا منصف مزاجوں کو پیار کرتا ہے۔
انّ الله یحبّ المتّقین (توبہ) خدا پرہیزگاروں کو پیار کرتا ہے۔
انّ الله یحبّ الّذین یقاتلون فی سبیله (صف) خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستہ میں لڑتے ہیں۔
والله یحبّ الصّبرین (آلِ عمران) اور خدا صبر کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔
والله یحبّ المتطهّرین (توبہ) اور خدا پاک صاف لوگوں کو پیار کرتا ہے۔

غم و خوف کا تریاق

دنیا کے عیش و مسرت، باغ و بہار، شادی و خوشی میں اگر کوئی خیال کا کانٹا سا چبھتا ہے اور ہمیشہ انسان کے عیش و سرور کو مکدّر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو، فکر و غم کی جہنم بنا دیتا ہے تو وہ ماضی اور حال کی ناکامیوں کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے، پہلے کا نام حزن و غم ہے اور دوسرے کا نام خوف و دہشت ہے، غرض غم اور خوف یہی دو کانٹے ہیں جو انسانیت کے پہلو میں ہمیشہ چبھتے رہے ہیں، لیکن جو محبوب حقیقت کے طلبگار اور اس کے والہ و شیدا ہیں، ان کو بشارت ہے کہ ان کا چمنستانِ عیش اس خارزار سے پاک ہوگا۔
الا انّ اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون (یونس) [ہاں خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔]
محبت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان، نیکی، درگزر اور عفوو بخشش پر آمادہ کرتا ہے، اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے، اسلام کا خدا تمام تر رحم ہے، اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرّہ ذرّہ سیراب ہے، اس کا نام رحمان و رحیم ہے، جو کچھ یہاں ہے سب اس کی رحمت کا ظہور ہے، وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو، اسی لیے اس کی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے۔ مجرم سے مجرم اور گناہ گار سے گناہ گار کو وہ نوازنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ و تیار رہے۔ گناہ گاروں اور مجرموں کو وہ "میرے بندے" کہہ کر تسلی کا یہ پیغام بھیجتا ہے۔
قل یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذّنوب جمیعا انّه هو الغفور الرّحیم (زمر) [اے پیغمبر! میرے ان بندوں کو پیام پہنچا دے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے کہ وہی بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہے۔]
فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت سناتے ہیں تو کہتے ہیں۔

ولا تکن من القانطین [ناامیدوں میں سے نہ ہو۔]
خلیل اللہ اس رمز سے ناآشنا نہ تھے کہ مرتبہ خلت محبت سے مافوق ہے۔ جواب دیا:
ومن یقنط عن رحمتہ ربہ الا القوم الضّالون (حجر) [اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا۔]

خدا کے بندوں کی جانب سے کوئی پابندی عائد نہیں، مگر اس نے خود اپنی رحمت کے اقتضاء سے اپنے اوپر کچھ چیزیں فرض کر لی ہیں، منجملہ ان کے ایک رحمت ہے، خدا مجرموں کو سزا دے سکتا ہے، وہ گناہ گار پر عذاب بھیج سکتا ہے، وہ سیہ کاروں کو ان کی گستاخیوں کا مزہ چکھا سکتا ہے، وہ غالب ہے، وہ قاہر ہے، وہ جبّار ہے، وہ منتقم ہے، لیکن ان سب کے ساتھ وہ غفار و غفور ہے، رحمان و رحیم ہے، رؤف و عفو ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس نے اپنے اوپر رحمت کی پابندی خود بخود عائد کر لی ہے اور اپنے اوپر اس کو فرض گردان لیا ہے۔
کتب علی نفسہ الرّحمتہ (انعام)[اللہ نے از خود اپنے اوپر مہربانی کرنے کو لازم کر لیا ہے۔]

قاصدِ خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ گار بندوں کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ اور تسلی کا یہ پیام دو کہ اس کا بابِ رحمت ہر وقت کھلا ہے۔
واذا جاءک الّذین یؤمنون بایتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرّحمتہ انّہ من عمل منکم سوءً بجھالتہ ثمّ تاب من بعدہ و اصلح فانّہ غفور رّحیم (انعام) [اے پیغمبر! جب تیرے پاس وہ آئیں جو میری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو ان کو کہہ کہ تم پر سلامتی ہو، تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندوں پر مہربان ہونا لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے براہ نادانی برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور نیک بنے تو بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔]

قرآن کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصہ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہیں۔
و رحمتی وسعت کل شیء (اعراف)[اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔]

عفوِ عام کی بشارت

بخاری و ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو پیدا کیا تو اس نے اپنے دست خاص سے اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کر لی۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ "اگر مومن کو یہ معلوم ہو کہ خدا کے پاس کتنا عقاب ہے تو وہ جنت کی طمع نہ کرتا اور اگر کافر کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کی رحمت کس قدر بے حساب ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا۔" یہ اسلام کے تخیّل کی صحیح تعبیر ہے، بارگاہ احدیت کا آخری قاصد اپنے دربار کی جانب گناہ گاروں کو